



مولانا آزاد لائبریری



مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ڈاکٹر رام بابو سکسینہ، کلکشن  
(عطیہ: مسز اقبال سکسینہ)

14.54j





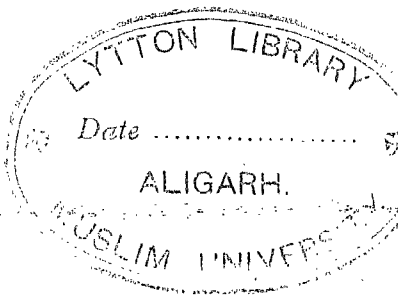
# دو بھائی



مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی



عطیہ  
 دام بابو سکسینہ  
**دوبھائی**  
 از  
 سید حسن صاحب ایم اے (سیک)



مکتبہ جامعہ  
 دہلی - نئی دہلی - لاہور - کراچی - بمبئی  
 قیمت ۲۰۰۰  
 باروم ۲۰۰۰

Ram Babu Saksena Collection.

۸۹۱۵۷۳۷۲

۹۱۲۰۰۰

۱۰۰۰

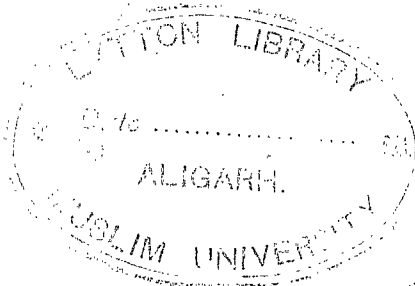
M.A. LIBRARY, A.M.U.



U33009

۱۹۲۵ء

دکن پرنٹنگ ورس، دہلی



CHECKED 2002

## دوبھائی

بہت دنوں کی بات ہے کہ کسی ملک میں دوبھائی بستے تھے  
 ایک غریب تھا دوسرا امیر۔ جو بھائی امیر تھا وہ سنا رکھا کرتا  
 تھا اور اس کا دل اس تمپر سے بھی زیادہ سخت تھا جس پر وہ اپنا  
 سونا گھسا کرتا تھا۔ غریب بھائی بہت نیک اور ایمان دار تھا اور  
 جواز و بنا کر اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ امیر بھائی کے کوئی اولاد نہ  
 تھی لیکن غریب کے دو لڑکے تھے جو جڑواں پیدا ہوئے تھے اور ایک  
 دوسرے سے شکل و صورت میں اتنے ملتے جلتے تھے کہ ماں باپ بھی



ان کو مشکل سے پہچانتے تھے۔ اس مشکل سے بچنے کے لئے انھوں نے آخر کار ایک خاص نشانی مقرر کر لی تھی۔

غریب بھائی کا نام سیفی اور امیر کا نام زلفی تھا، سیفی اکثر جنگلوں میں جھاڑو کے لئے سنکیں سینے جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ جنگل میں سنکیں بین رہا تھا وہاں اس نے سنہرے رنگ کی ایک چڑیا آتی خوب صورت دیکھی کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی سیفی نے اس چڑیا کے پکڑنے کی بہت سی تدبیریں کیں۔ جب کسی ترکیب سے وہ ہاتھ نہ آئی تو اس نے ایک کنکر سے اس پر نشانہ لگایا چڑیا تو بچ گئی مگر اس کا ایک پر گر گیا۔ سیفی نے اٹھا کر دیکھا تو وہ سونے کا تھا۔ سیفی اُسے اٹھا لایا اور اپنے بھائی زلفی کو دکھایا۔ چالاک زلفی نے اپنے سیدھے سادھے اور نیک بھائی کو دھپسلا کر اور کچھ پیسے دے کر پرے لیا۔

دوسرے دن سیفی ایک درخت پر کچھ شاخیں کاٹنے چڑھا۔

وہاں بھی اس نے وہی چڑیا دیکھی۔ اس نے خیال کیا کہ غالباً اس درخت پر اس کا گھونسلہ ہوگا۔ چنانچہ اس نے تلاش شروع کی اور تھوڑی دیر میں گھونسلہ مل گیا۔ گھونسلے میں ایک انڈا رکھا تھا جو کندن کی طرح چمک رہا تھا اس انڈے کو لے کر سیفی گھر آیا اور پر کی طرح انڈا بھی اپنے بھائی کو دکھایا۔ چالاک بھائی نے اُسے بھی تھوڑا سا روپیہ دے دلا کر ہتھیا لیا۔ اور اس سے کہا کہ اگر تم وہ چڑیا مجھ کو پکڑ لا دو جس کا یہ انڈا ہے تو میں تم کو اتنا روپیہ دوں گا کہ اپنی زندگی آرام سے بسر کر سکو گے۔

دوسرے دن سیفی پھر جنگل کو گیا۔ وہاں اُس نے پھر اس چڑیا کو درخت پر بیٹھا ہوا دیکھا، اس نے ایک پتھر اٹھایا اور تاک کر چڑیا کے ایسا نشانہ لگایا کہ وہ پتھر پھر اکر زمین پر اُتر پڑی۔ سیفی نے چڑیا کو اٹھالیا اور اپنے بھائی کے گھر لے گیا اور اُس سے کہا:

”لو یہی وہ چڑیا ہے جس کے لانے کو تم نے مجھ سے کہا تھا۔“  
 زکفی نے چڑیا اُس سے لے لی اور چند شرمیاں اس بھوے بھا

غریب بھائی کو دے دیں۔ اس بے چارے نے اتنی رقم اس سے پہلے کا ہے کو دیکھی تھی۔ اشرفیاں دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور تقریباً سال بھر کے لئے محنت مزدوری سے بے فکر ہو گیا۔

زلفی چالاک آدمی تھا وہ اس مرغ زریں کی کہانی سن چکا تھا۔ فوراً چڑیا کو اپنی بیوی کے پاس لے گیا اور کہا ”یہ میرے لئے بکا دو مگر اس کی کوئی چیز ضائع نہ ہونے پائے۔ مدت سے میں اس کی تلاش میں تھا۔ آج ملی ہے۔ میں اس کو شوق سے کھاؤں گا۔“

یہ چڑیا کوئی معمولی چڑیا نہ تھی۔ اُس کی یہ خوبی مشہور تھی کہ جو اس کی کلجھی کھا لیتا اس کو ہر جھجکے کے نیچے دو سونے کے اٹھ رکھے ہوتے ملتے۔

چنانچہ زلفی کی بیوی نے چڑیا کو اچھی طرح صاف کر کے چھ پر پکے کبے لئے رکھ دیا۔ چڑیا چوٹے پر پک رہی تھی کہ اتفاقاً زلفی کی بیوی کسی ضرورت سے باہر چلی گئی اس درمیان میں غریب سیفی کے دو لونڈے

رٹکے اپنے چچا کے گھر آئے اور باورچی خانے میں داخل ہوئے نہول  
 نے چڑیا کے بچے کی خوشبو جو سونگھی تو صرف دیکھنے کے خیال سے  
 ایک نے دیکھی کا ڈھکنا اٹھایا اور دوسرے نے اس میں کف گیر  
 چدایا۔ کف گیر حلاتے میں دو بوٹیاں دیکھی سے باہر گر گئیں بڑے  
 بھائی نے مسکرا کر کہا ”جو خدق میں گرتا ہو وہ سپاہی کا مال ہوتا ہو“  
 یہ کہنے کے بعد دونوں بھائی ایک ایک ٹکڑا اٹھا کر کھا گئے اتنے میں  
 زلفی کی بیوی بھی آگئی اور ان دونوں کو کچھ کھاتے ہوئے دیکھ کر  
 بولی ”یہ تم کیا کھا رہے ہو؟ بچوں نے کہا ”گوشت کی دو بوٹیاں  
 دیکھی سے باہر گر گئی تھیں۔ ابھیں پھر دیکھی میں ڈالنا ٹھیک نہ تھا کیوں  
 کہ وہ مٹی میں سن گئی تھیں، ابھیں ہم نے کھا لیا۔“  
 زلفی کی بیوی نے دیکھی کھول کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ وہ  
 کلیجی اور دل کے ٹکڑے تھے جو ان بچوں نے کھا لئے تھے۔  
 اس خیال سے کہ شوہر کو کچھ شہ نہ ہو اس نے جلدی ہی گھر کی پلا

ہوئے بیوتروں میں سے ایک بیوتر کو فوج کر ڈالا اور اس کی کلجی  
 اور ول چڑیا کے گوشت میں ملا دیا جب ہانڈی پک گئی تو زلفی کی بچی  
 شوہر کے سامنے دیکھی اٹھا لائی۔ زلفی نے سارا گوشت کھا لیا اور  
 رات کو خوش خوش اپنے بستر پر لیٹا اس کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ  
 رہی جب صبح اٹھ کر تیکے کے پیچھے اس کو سونے کے انڈے ملے  
 وہ دونوں بچے نہیں جانتے تھے کہ خوش قسمتی ہو کیا چیز ان کو  
 مل گئی تھی۔ دوسرے دن صبح کو جب وہ سو کر اٹھے تو انھوں نے اپنے  
 سر ہانے سے کسی چیز کے گرنے کی جھنجھٹا ہٹ سنی۔ وہ اُسے اٹھانے  
 کو نیچے جھکے تو دیکھا کہ وہ سونے کے دو انڈے تھے۔ ان انڈوں کو  
 وہ اپنے باپ کے پاس لے گئے سیفی ان کو دیکھ متعجب ہوا اور گھبرا کر  
 پوچھا "تم کو کہاں سے ملے؟" بچے اس بات کا کوئی معقول جواب نہ  
 دے سکے۔ مگر جب دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی سلسلہ رہا اور ہر  
 صبح کو سونے کے انڈے ملنے لگے تو ایک دن سیدھا سا دھماکا سیفی

اپنے بھائی کے پاس گیا اور یہ ماجرا سنایا۔ زلفی فوراً سمجھ گیا کہ یہ کیا قصہ ہے اور بدلہ لینے کے لئے اس نے سیفی سے کہا ”لڑکوں پر بھوتوں کا سایہ ہو گیا ہے۔ تمھاری بد قسمتی تم کو بہت پریشان کئے گی ان کو اپنے گھر میں نہ رکھو، جنگل میں چھوڑ آؤ۔“

سیفی کو اس بات سے بہت صدمہ پہنچا لیکن وہ مورکھ اچھے بُرے کی پرکھ ہی نہ رکھتا تھا اپنے بھائی کی ہر بات بھٹک سمجھتا تھا، چنانچہ بچوں کو ایسی جگہ چھوڑ آیا جہاں جنگل بہت گھنا تھا۔ کچھ دیر تک تو بچے کچھ نہ سمجھے مگر ان کو ذرا دیر کے بعد پتہ چل گیا کہ اُن کا باپ وہاں موجود نہیں ہے۔ اُنھوں نے اپنے گھر آنے کی بہت کوشش کی لیکن گھنے جنگل اور سیدھ راستے کی وجہ سے وہ خود کھو گئے اور گڈ بڑی تک نہ پاسکے۔ وہ رات بھر ادھر ادھر پھرتے اور چیختے چلاتے رہے مگر بے کار۔ اگر کوئی آواز اُن کو سنائی دیتی تھی تو وہ بھیڑے یا دوسرے جنگلی جانوروں کی ہوتی۔ غرض وہ غریب بچے رات بھر

حیران و پریشان رہے۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی جب سوچ اچھی  
 طرح نکل آیا تو ایک شکاری ان کو ملا جس نے ان سے پوچھا پیارے  
 بچو تم کون ہو؟ ایک نے کہا ہم ایک غریب باپ کے لڑکے ہیں۔ کچھ  
 دنوں سے ہم دونوں بھائیوں کو ہر صبح سونے کا ایک انڈا ملا کرتا  
 تھا جس سے ہمارے باپ کو یہ وہم ہو گیا کہ ہم پر بھوتوں کا سایہ ہو گیا  
 ہے۔ شاید اسی ڈر کی وجہ سے وہ ہم کو جنگل میں چھوڑ گیا ہے۔

شکاری کو ان دونوں بچوں کی باتیں سُن کر اُن پر ترس  
 آیا وہ اُن کو اپنے گھر لے گیا۔ اتفاق سے شکاری کے کئی اولاد  
 نہ تھی۔ وہ انھیں اپنے لڑکوں کی طرح پلنے پونے لگا اس نے بڑے  
 کا نام زلفو اور چھوٹے کا سیفور رکھا اور ان دونوں کو شکار کھیلنا  
 سکھایا۔ جب وہ دونوں بڑے ہو گئے اور ملک بھر میں اُن کے  
 شکاری ہونے کی شہرت ہو گئی اور دور دور تک اُن کی دھاک بٹھ  
 گئی تو ان کے شکاری باپ نے دونوں بھائیوں سے کہا:-

”تم دونوں شکار کھیلنا خوب سمجھ گئے ہو، اور اب تم آزاد ہو جہاں چاہو جا سکتے ہو۔“ آزادی کا لفظ سن کر دونوں بھائیوں نے آپس میں آمہتہ آمہتہ کچھ باتیں کیں اور اپنے شکاری باپ کے ساتھ مکان پر واپس ہوئے۔

دوسرے دن شکاری نے دونوں لڑکوں کو رخصت کیا اور چلتے وقت اس نے ان کو ایک چاقو دیا۔ جس کا دوسرے بہت چمکدار اور صاف تھا۔ اور ان سے کہا:-

”اگر تم دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جاؤ تو آج چاقو کو ایسے پیر میں گاڑ دینا جہاں سے دور راستے الگ الگ جاتے ہوں۔ اگر کھویا ہوا بھائی اس راستے سے گزرے گا تو وہ اسی طرف جائے گا جہر دوسرا گیا ہو گا۔ اور اگر خدا نخواستہ تم میں سے ایک مر جائے گا تو چاقو کا پھل زنگ آلود ہو جائے گا۔ جب تک تم دونوں زندہ رہو گے اس وقت تک چاقو چمکدار رہے گا۔“



زلفوں نے وہ چاقو لے لیا اور دونوں بھائی اپنے شکاری  
 باپ سے گلے مل کر رخصت ہوئے۔ دن بھر چلتے چلتے شام کو وہ  
 ایک گھنے جنگل میں پہنچے۔ اپنے ساتھ جو کچھ کھانا وہ لائے تھے ایک  
 درخت کے نیچے بیٹھ کر خوب کھایا اور اس کے بعد کھلی ہوا میں سو گئے۔  
 دوسرے دن صبح کو پھر روانہ ہو گئے۔ شام تک چلنے کے بعد  
 بھی وہ جنگل سے باہر نہ ہو سکے۔ دن بھر انھوں نے کوئی شکار بھی نہ  
 کیا تھا۔ اس لئے بڑے بھائی کی رائے ہوئی کہ کچھ مار لینا چاہئے۔  
 تاکہ رات کی غذا کا انتظام ہو جائے۔ چنانچہ ایک نے بندوق کا  
 نشانہ ایک جھاڑی پر لگایا اس میں سے ایک خرگوش نکل کر بھاگا  
 دوسرے بھائی نے فوراً ہی خرگوش کے دوسرا نشانہ لگایا۔ یہ نشانہ  
 بھی اچھی طرح تو نہ لگا مگر وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ خرگوش نے گرتے ہی  
 دونوں سے کہا ”میرے اچھے شکاریو۔ اگر تم مجھے زندہ چھوڑ  
 دو گے تو میں تم کو دو خرگوش لادوں گا۔“

نوجوان شکاریوں نے خرگوش کا اعتبار کیا اور اس کو جانے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مع دو چھوٹے چھوٹے خرگوش کے بچوں کے واپس ہوا۔ بچے بہت خوب صورت تھے اس لئے شکاریوں نے ان کو مارا نہیں بلکہ اپنے پاس رکھ لیا۔ دونوں خرگوش بھی اپنے اگلے پاؤں سمیٹ کر شکریہ ادا کرنے کے لئے سامنے بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد شکاریوں کو پھر بھوک لگی اگرچہ اس عرصے میں انھوں نے کچھ جنگلی پھل کھائے تھے تاہم پیٹ بھر کر نہ کھائے تھے۔ اس لئے کسی دوسرے جانور کے شکار کی تجویز ہوئی۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے سے ایک لومڑی جاتی ہوئی دکھائی دی۔ ان میں سے ایک نے بندوق اٹھا کر لومڑی پر نشانہ لگایا۔ لومڑی بھی خرگوش کی طرح اُن کے ہاتھ اُگئی۔ لیکن جب شکاریوں نے اس کو مار ڈالا تو وہ بولی:۔

”اگر تم مجھ کو زندہ چھوڑ دو گے تو میں اپنی جگہ تم کو دو لومڑیاں

لا دوں گی۔

شکاریوں نے یہ خیال کر کے کہ ایک لومڑی سے زیادہ دو لومڑیوں کے کھانے میں مزا آئے گا اُس کو چھوڑ دیا۔ لومڑی ایک ہی چھلانگ مار کر نظروں سے غائب ہو گئی مگر فوراً ہی دوبچے لئے ہوئے واپس ہوئی۔ لومڑی کے بچوں کو دیکھ کر شکاریوں کا دل ان کو مارنے کو نہ چاہا۔ بلکہ خرگوش کے بچوں کی طرح اُن کو بھی ساتھ رکھ لیا۔

بھوک نے تھوڑی دیر بعد ان کو پھر ستایا اور اس مرتبہ انھوں نے طے کر لیا کہ جو جانور بھی سب سے پہلے طے گا اس کا شکار کریں گے۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد اُن کو ایک بھیڑ یا ملا۔ ایک بھائی نے اُس کے مارنے کو بندوق اٹھائی ہی تھی کہ بھیڑ یا چلا یا۔

میرے اچھے شکاریو۔ اگر تم مجھے زندہ چھوڑ دو گے تو میں

تم کو بھیڑے کے دو بچے لادوں گا۔ شکاریوں نے اس کو منظور کر لیا اور بھیڑے کے بچوں کو بھی خرگوش اور لومڑی کے بچوں کی طرح اپنے ساتھ رکھ لیا۔

چلتے چلتے ان کو ایک ریچھ نظر آیا اور شکاریوں کو اپنی طرف نشانہ تانے ہوئے دیکھ کر اُس نے کہا کہ ”اگر تم مجھ کو نہ مارو گے تو میں تم کو ریچھ کے دو بچے لادوں گا۔“

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد دو ریچھ کے بچے شکاریوں کے پاس آ گئے۔ اور انھوں نے ان بچوں کو بھی اور جانوروں کے ساتھ رکھ لیا۔ ریچھ کے بچے چونکہ طاقتور بھی تھے اِس لئے شکاریوں کی حفاظت بھی وہ بخوبی کر سکتے تھے۔ لیکن وہ لوگ مشکل سے کچھ ہی دور چلے ہوں گے کہ ایک شیر ان کے سامنے آ گیا اور دھاڑنے لگا۔ بغیر کسی قسم کا خوف ظاہر کیے ہوئے ان دونوں شکاریوں نے اس کی طرف نیندوق اٹھائی لیکن گولی

ان دونوں میں سے کسی نے بھی نہ چلائی تھی کہ شیر چلا یا۔  
 ”اگر تم مجھے زندہ چھوڑ دو گے تو میں تم کو شیر کے دو بچے  
 لادوں گا۔“ اور تھوڑی دیر کے بعد دو چھوٹے چھوٹے شیر  
 بھی اُن کے پاس ہو گئے۔

لیکن ابھی تک ان شکاریوں کو کھانے کے لئے کوئی چیز نہ  
 ملی تھی۔ جب بھوک بہت ستانے لگی تو انھوں نے دونوں لڑکوں  
 سے کہا:-

”جانوروں میں تم بہت چالاک مشہور ہو۔ تمھاری ہوشیاری  
 جب معلوم ہو کہ ہمارے لئے کھانے کا بندوبست کرو۔“  
 یہ سن کر دونوں جانوروں نے آپس میں کچھ کاناکھوسی  
 کی اور اس کے بعد شکاریوں سے کہا:-

یہاں سے تھوڑی دور ایک گاؤں ہے۔ جہاں سے ہمارے  
 ماں، باپ اکثر مرغیاں لایا کرتے تھے، ہم آپ کو وہاں لئے

چلتے ہیں۔ آپ گاؤں سے باہر آرام کیجئے گا۔ ہم دونوں دو مرغیاں  
پکڑ لائیں گے۔“

چنانچہ انھوں نے وہاں پہنچ کر کھانے کے لئے کچھ چیزیں  
خریدیں۔ خود بھی کھائیں اور اپنے ساتھی جانوروں کو کھلائیں  
لوٹریوں نے چند مرغیاں بھی شکاریوں کو دکھائیں۔ لیکن  
شکاریوں نے ان مرغیوں کو پکڑا نہیں۔

چند روز تک دونوں بھائی اسی طرح چلتے۔ ہے کہ ایک  
دن اُن کی ملاقات ایک امیر شخص سے ہوئی۔ یہ معلوم کرنے  
کے بعد کہ یہ دونوں بڑے اچھے شکاری ہیں امیر آدمی نے  
اُن سے کہا ”میں تم میں سے ایک کو اپنے یہاں نوکر رکھ سکتا  
ہوں۔ مجھے ایک شکاری کی ضرورت ہے۔“

دونوں بھائیوں نے آپس میں کچھ مشورہ کیا اور تھوڑی  
دیر کے بعد ان میں سے ایک نے امیر آدمی کے ساتھ چلنے کی

رضنامندی ظاہر کی۔ اور اب دونوں بھائیوں کے الگ ہونے کا وقت آگیا۔ چنانچہ انھوں نے اپنا اپنا سامان الگ کر لیا اور جانوروں کو بھی آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس طرح کہ ایک شیر، ایک ریچھ، ایک بھیڑیا، ایک لومڑی، اور ایک خرگوش سیفونے لیا اور اپنی جانور زلفو نے اپنے ساتھ رکھ لئے۔

روانگی کے وقت دونوں بھائی گئے اور اپنے شکاری باپ کا دیا ہوا چاقو انھوں نے چلتے وقت ایک درخت میں گاڑ دیا۔ بڑا بھائی زلفو مغرب کی طرف روانہ ہوا اور سیفو مشرق کی طرف چلا گیا۔

(۲)

زلفو اپنے جانوروں کو لے کر امیر آدمی کے ساتھ چلا گیا مگر سیفو اپنے شیر، ریچھ، بھیڑیے، لومڑی اور خرگوش کے ساتھ تھوڑے سے چلنے کے بعد ایک شہر میں پہنچا۔ یہاں اُس نے دیکھا کہ ہر مقام

پر سیاہ جھنڈے لگے ہوئے ہیں اور پورا شہر ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔  
 اُس نے ایک سرائے میں پہنچ کر دم لیا۔ یہ سرائے بارہ سنگے  
 کی سرائے کے نام سے مشہور تھی۔ مگر اس کے پھاٹک پر ہرن کے  
 سینک تھے اس ملک کے رواج کے مطابق یہ ایک منحوس نشانی تھی  
 سیفونے سرائے میں ایک کمرہ کراٹے پر لیا اور ایک صطبل  
 میں اپنے سب جانوروں کو رکھا۔ سب سامان رکھنے کے بعد اُس نے  
 سرائے والے سے پوچھا کہ ”تمام گاوؤں میں سیاہی کیوں پھیلی ہوئی  
 ہے۔“ سرائے والے نے بتایا کہ ”کل بادشاہ کی بیٹی ماری جائے گی۔“  
 شکاری نے پوچھا ”کیا وہ بیمار ہے؟“

سرائے والے نے جواب دیا ”نہیں وہ بالکل جوان ہے  
 اور بہت خوب صورت۔ مگر افسوس اس کی موت پر ہے  
 اور وہ بھی بڑی بے رحمی کی موت۔“

اتنا کہہ کر سرائے والے نے ایک گہری سانس لی



سیفونے دریافت کیا ”آخر کیا بات ہے، اس طرح منے  
کا کوئی سبب تو ضرور ہو گا۔“

”یہاں تھوڑی دور ایک پہاڑ ہے جہاں سات سرکا ایک  
اژدہا رہتا ہے۔ وہ اژدہا روز ایک کنواری لڑکی کھاتا ہے،  
اگر اس کی یہ شہرٹ پوری نہ ہو تو وہ تمام ملک کو برباد کر دے  
وہ ایسی سب لڑکیوں کو کھا چکا ہے اور سوائے بادشاہ کی  
لڑکی کے اب کوئی اور باقی نہیں ہے، اور اژدہا سے بچنے کے پاس  
چونکہ دوسری لڑکی نہیں بھیجی جاسکتی اس لئے کل شہزادی کی باری  
ہے اور پرسوں اژدہا اس بے چاری کو ختم کر دے گا۔“

”لیکن تم اس کو مار کیوں نہیں ڈالتے؟“

”بڑے بڑے شکاریوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا لیکن

سب کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔“

سیفونے یہ سن کر کہا ”اچھا میں کچھ سوچ کر تم کو جواب

دوں گا؟“

یہ کہہ کر وہ صمطل میں گیا اور اپنے سب جانوروں کو جمع کر کے شہزادی اور اژدھے کا قصہ سنایا۔

اس واقعے کو سننے کے بعد شیر نے ایک دھاڑ ماری، رنجھ غوغایا۔ بھڑپا بھڑپا۔ لومڑی بھی کچھ سوچنے لگی اور بے چارہ خرگوش کانپ گیا۔

پچھ در پچھ شیر بولا ”اُسے کو فوراً مار کر اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے چاہئیں“

پچھ نے کہا ”اُس کی گردن دیوچ کر گلا گھونٹ دینا چاہئے“

بھڑپنے نے کہا ”مجھے بھی ان کی رائے سے اتفاق ہے“

لومڑی بولی ”کوئی ترکیب ایسی سوچنا چاہئے کہ شہزادی

کو نقصان پہنچائے بغیر اژدھا قابو میں آجائے“

خرگوش نے کہا ”سیری رائے میں جتنی جلدی یہاں سے

بھاگ چلیں اتنا ہی اچھا ہے۔“

شکاری نے ان سب کی باتیں سن کر بوٹری سے کہا ”مجھے تمہاری رائے پسند ہے۔ تم ادھر ادھر جاؤ اور کچھ خبر لے کر آؤ۔“  
 بوٹری گھومتی گھامتی پاس کی بوٹیوں کے پاس پہنچی اور ان سے نام ماجر بیان کیا۔ ایک بوڑھی اور تجربہ کار بوٹری نے اس سے کہا ”میں تمہارے آقا کو اڑدھے پر قبا بونپانے کی کوئی ترکیب تو نہیں بتا سکتی۔ البتہ سامنے والے پہاڑ کے اُدھے راستے پر ایک جھونپڑی ہے یہاں کسی زلمے میں شکاریوں کے دیوتا رہا کرتے تھے۔ اگر تمہارا آقا آج رات کو وہاں جا کر دعا مانگے تو شاید دیوتا اس کو کوئی ترکیب بتا دیں۔“

یہ سن کر بوٹری سیف کے پاس واپس آئی اور اُس سے اپنی گفتگو دہرائی۔

شام کے وقت اُس نے اپنے تمام جانوروں کو باہر نکالا

اور بغیر کسی سے کچھ کہنے پہاڑ پر جھونپڑی کی طرف روانہ ہو گیا  
 کوئی آدھے رات سے پرسینو کو وہ جھونپڑی مل گئی وہاں وہ اپنے  
 جانوروں کے ساتھ ٹھہر گیا اور تمام رات عبادت میں گزار دی،  
 پھر وہ ایک کونے میں پڑ کر سو گیا۔ سوتے میں اُس نے دیکھا  
 کہ خواب میں دیکھا جو اُس سے کہہ رہا تھا۔

”صبح کو اُٹھنے کے بعد تمہیں اس جھونپڑی میں شربت کے تین  
 پیلے ملیں گے۔ اگر تم ان تینوں پیالوں کا شربت پی جاؤ گے  
 تو تم دنیا میں سب سے طاقتور انسان بن جاؤ گے۔ اس کے  
 بعد تم اس پتھر کو بھی اٹھا سکو گے جو اس جھونپڑی کے باہر پڑا  
 ہوا ہے۔ اس پتھر کے نیچے تم کو ایک تلوار ملے گی۔ یہ تلوار اڑوٹھے  
 کے ساتوں سر کاٹنے کے لئے بنائی گئی ہے۔“

رات کو جب جگہ سینو سویا تھا۔ وہاں اُس کے سامان کے  
 علاوہ کچھ بھی نہ تھا مگر صبح کو جب اُس کی آنکھ کھلی تو اس کو تین پیالے

شربت سے بھرے ہوئے ٹے۔ رات کے خواب کا خیال کر کے وہ ان تینوں پیالوں کو دم بھر میں خالی کر گیا۔ شربت کے پیتے ہی اس نے محسوس کیا کہ دنیا بھر کی طاقت اس کے بدن میں آگئی ہے اس کے بعد وہ باہر آیا جہاں اس کو ایک پتھر نظر آیا۔ پتھر کو دیکھ کر اس نے کچھ سوچا اور اس کے بعد شیر اور بچھ کو اُدار دی۔ اور ان دونوں سے پتھر اٹھانے کو کہا۔

بچھ اور شیر نے بہت ہی زور لگایا لیکن دونوں پتھر کو ایک انچ بھی نہ سرکاسکے۔ تب سیفو بولا ”سٹواب میری باری ہے“ یہ کہہ کر اس نے پتھر کو بڑی آسانی سے اٹھا کر الگ بھنیک دیا۔ پتھر اٹھاتے ہی اُس نے دیکھا کہ چار فٹ لائی ایک تلوار ہاں رکھی ہوئی ہے جس کا وزن ڈھائی سیر سے بھی زائد تھا۔

اس عرصے میں شہزادی اپنے وزیر کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ رہی تھی۔ اس جھونپڑی پر پہنچنے کے بعد اس نے کچھ نذر چڑھائی اور

وزیر بادشاہ سے شہزادی کے پہاڑ پر پہنچ جانے کا حال کہنے کے لئے  
و اس ہوا۔ سیف نے شہزادی کو اپنی طرف لے دیکھا تو اپنے جانوروں کو  
اگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ان کے پیچھے پیچھے خود بھی پہنچا اور ان سب نے شہزادی  
کا استقبال کیا۔ اس کے بعد اس نے شہزادی سے کہا :-

شہزادی صاحبہ آپ مجھ سے جانوروں سے ہرگز نہ ڈریں  
ہم سب آپ کے خادم ہیں۔ یہاں پر ہم لوگ آپ کی جان بچانے کے  
ہیں۔ ہم آپ کو کسی قسم کا نقصان پہنچائیں گے بلکہ اڑھے کو ختم کریں گے۔  
شہزادی یہ سن کر بولی :-

”اچھے شکاری خدا تمہاری مدد کرے۔ لیکن مجھے تمہاری  
کامیابی کی زیادہ اُمید نہیں۔ تم سے پہلے بہت لوگ اس کی کوشش  
کر چکے ہیں لیکن سب کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔“  
سیف نے عرض کیا ”حصور کا فرمانا بجا ہے مگر مجھے بھی کوشش  
کریںے دیجئے کیا عجب جو خدا میری مدد کرے اور میں آپ کے

سامنے سرخرو واپس آؤں“

سیفوکے منہ سے یہ لفظ نکلے ہی تھے کہ ایک طوفان کے  
آنے کا شور ان لوگوں نے سنا۔ اس کی آواز اس قدر تیز تھی کہ  
کانوں کے پردے پھٹے جانے لگے یہ اثر دھڑکی بھینٹنا ہٹ  
تھی۔ تھوڑی دیر میں تمام آسمان پر دھواں ہی دھواں پھیل  
گیا۔ اثر دھڑنے اس وقت سانس لی تھی۔

سیفونے شہزادی سے کہا: ”سرکار اس پیر کے نیچے  
تشریف رکھیں اور اپنی سلامتی کی وعامانگیں اور خادموں کو نصرت  
ہونے کی اجازت دی جائے“

بچاری شہزادی کا پتی ہوئی درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئی  
خرگوش بھی اُس کے پاس آگیا۔ باقی چاروں جانور اپنے آفلکے  
ساتھ ہی رہے۔

سات سوا لا اثر دھا اس آئنا میں آگے بڑھ رہا تھا وہ

لمبائی میں پچیس، تیس فٹ سے کم نہ تھا۔

سیفونے اس کو دیکھتے ہی اپنے ہاتھ میں تلوار سنبھالی  
جب اژدھے کی نظر سیفون پر پڑی تو اس نے کہا:-

”تم اس پہاڑ پر کیوں آئے ہو؟ میں نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔“  
سیفون نے چھوٹے ہی جواب دیا ”اگرچہ تو نے میرا کچھ نہیں  
بگاڑا، لیکن میں نے تیرے مارنے کی قسم کھائی ہے۔ اچھا اب  
تو اپنے کو بچا“

اژدھے نے جواب دیا۔ ”میں اپنے آپ کو کبھی نہیں بچاتا  
بلکہ حملہ کرتا ہوں۔“

اتنا کہتے ہی اُس نے زمین سے اپنے سر اٹھائے اور منہ سے  
ایسا دھواں نکالا جو بادلوں کی طرح چاروں طرف چھا گیا اور  
بجلی کی تیزی سے اُس نے شکاری پر حملہ کیا۔ کچھ دیر کے لئے تو  
سیفون بچا راگھبرا گیا لیکن فوراً ہی اس نے اپنے حواس جمع کر کے اژدھے



کے اوپر ایسا وار کیا کہ اس کا ایک سر الگ جا پڑا۔ اڑدھنے زور سے ایک چیخ ماری۔ اور پھراٹھا۔ لیکن اس کو کوئی کامیابی نہ ہوئی کیونکہ سیفونے دوسرا وار کر کے اس کا دوسرا سر اور قلم کر دیا۔

تیسری مرتبہ اڑدھنے پھر وہی کوشش کی لیکن اس مرتبہ بھی اس کو اپنے ایک سر سے ہاتھ دھونا پڑا آخر کار اب وہ اتنا کم زور ہو گیا کہ اٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ آخر سیفونے تلوار کے دو واروں سے اُس کے باقی سر بھی الگ کر دئے لڑائی ختم ہو گئی اور سیفون خوش خوش شہزادی کے پاس پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے شہزادی کو بے ہوش پایا۔ بچاری شہزادی ڈور کے مارے بے ہوش ہو گئی تھی۔ سیفونے فوراً پاس کے ایک چٹخے سے پانی لا کر شہزادی کے منہ پر چھینٹ دئے۔

پانی کی ٹھنڈک سے شہزادی کی آنکھ کھل گئی جب وہ اچھی طرح ہوش میں آگئی تو سیفونے بتایا کہ اڑدھنے کا اس نے خاتمہ کر دیا ہے۔

”اب آپ بالکل محفوظ ہیں“

شہزادی نے یہ سنتے ہی پہلے ایک بجرہ خدا کی درگاہ میں  
شکر ادا کیا۔ اس کے بعد وہ سیفو کی طرف مخاطب ہوئی۔  
”پیارے شکاری میرے باوا جان تمہیں دیکھ کر کتنے خوش  
ہوں گے۔ اب وہ تمہاری شادی میرے ساتھ کر دیں گے۔  
انہوں نے عہد کیا تھا کہ جو شخص اس ازدھے کو مار دے گا  
کے ساتھ میری شادی کر دی جائے گی۔“

اس کے بعد وہ جانوروں کی طرف متوجہ ہوئی اور نعام  
کے طور پر اس نے شیر کے گلے میں اپنی ہیرے کی مالا ڈال دی۔ بچے  
کانوں کے بندے اس نے ریکھ کے کانوں میں ڈال دئے۔ بھیرے  
کے پاؤں میں اُس نے اپنے ہاتھوں کے کڑے پہنا دئے۔  
اور دو بیش قیمت انگوٹھیاں جس میں ایک زمرہ اور دوسری  
ہیرے کی تھی اُس نے نوٹری اور خرگوش کو دیں۔

شکاری کو اس نے اپنا ایک رومال دیا جو آنسوؤں سے  
 بھیگا ہوا تھا۔ سیفونے اڑدھے کے سروں کی ساتوں بانیں  
 کاٹ کر اس رومال میں باندھ لیں۔

اس کام سے فرصت پا کر سیفو، شہزادی اور سب عالموز  
 ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے آرام لینے کے لئے پڑ گئے  
 شکاری تھکن اور شہزادی خون سے نڈھال ہو چکے تھے۔  
 درخت کے نیچے پہنچتے ہی دونوں کو مینڈ آنے لگی اور سونے  
 کی تجویز ہوئی۔ سونے سے پہلے سیفونے شیر سے کہا:۔  
 ”تم دیکھتے رہنا کہ کوئی شخص ہم لوگوں پر سوتے ہیں حکم نہ کئے“  
 شیر نے اطاعت کا اظہار کرتے ہوئے اپنا سر ہلایا۔ تھوڑی  
 دیر بعد سیفو اور شہزادی دونوں مینڈ میں غافل ہو گئے شیر ان  
 دونوں کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ بھی بہت تھکا ہوا تھا۔ مینڈ نے  
 اُسے بھی ستانا شروع کیا۔ جب اس کی آنکھیں مینڈ سے

بند ہونے لگیں تو ریچھ سے بولا:-

”بھائی ریچھ تمہاری بڑی مہربانی ہوگی اگر تم میری جگہ جاگتے رہو گے۔ میں بہت تھک گیا ہوں اور تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی کھٹکا ہو تو مجھے فوراً اٹھا دینا۔“  
ریچھ شیر کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ لیکن بیٹھے بیٹھے اس کی آنکھوں میں بھی خمار آنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے بھیڑنے کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا:-

”تم دیکھتے ہو اب میری آنکھوں میں کھلے رہنے کی طاقت بالکل نہیں ہے۔ وہ آپ ہی آپ بند ہوئی چلی جا رہی ہیں اگر تم اتنی مہربانی کرو کہ میری جگہ جاگتے رہو تو بڑا اچھا ہو۔ کھٹکے کے وقت مجھے فوراً اٹھا دینا۔“

بھیڑنے نے ریچھ کی بات منظور کر لی اور اس کی جگہ آ بیٹھا۔ شیر اور ریچھ کی طرح بھیڑ یا بھی اونگھنے لگا اور جب

اُس نے دیکھا کہ اب اس کے لئے جاگنا مشکل ہے تو اس نے  
 لوٹری سے بھی وہی خواہش کی۔ لوٹری نے اس کو منظور کر لیا  
 اور بھڑپا سو گیا۔ لیکن وہ بھلا خود کب کسی سے ہڈی تھی۔ آخر تھکی  
 ہوئی وہ بھی تھی۔ نیند سے پریشان ہو کر اس نے اپنی جگہ خرگوش  
 کو متعین کر دیا۔ اور اس سے کہا ”میاں خرگوش تم تو سوتے ہیں  
 ہمیشہ اپنی ایک آنکھ کھلی ہوئی رکھتے ہو میں بھلا سے ہاتھ جوڑتی  
 ہوں ذرا میری جگہ بیٹھ جاؤ۔ ذرا بھی کوئی کھٹکا ہو تو سب سے  
 پہلے مجھے اٹھا دینا۔“

غریب خرگوش کو تھوڑی دیر میں پتہ چلا کہ فی الحقیقت وہ سب سے زیادہ  
 تھکا ہوا تھا۔ چنانچہ بغیر کسی سے کچھ کہے سنے وہ بھی سو گیا۔  
 شکاری کے ساتھ شہزادی، شیر، ریچھ، بھڑپا، لوٹری  
 اور خرگوش سب ہی سو رہے تھے اور بظاہر ان کی حفاظت  
 کرنے والا کوئی نہ تھا۔

اب اوہر کی سُنو وزیر دجوشنہراوی کے ساتھ کیا تھا ابھی  
 واپس جا رہا تھا کہ اُس نے یکایک بہت زور کی آوازیں سنیں لیکن  
 پھر ایک دم خاموشی ہو گئی۔ اس سے اُسے بہت تعجب ہوا کیونکہ  
 یہ اُردھ کے عادت کے خلاف تھا ایک ایسی خاموشی کا سبب  
 معلوم کرنے کے لئے وہ ڈرتے ڈرتے اوپر چڑھنے لگا۔ پہاڑ پر  
 پہنچنے کے بعد سب سے پہلی چیز جو اُسے نظر آئی وہ اُردھ کے سر  
 تھے جو سب الگ الگ ٹپے ہوئے تھے اور وہاں سے تھوڑی دُور  
 پر اس نے شنہراوی کو سکاری اور اس کے جانوروں کے ساتھ  
 سونا ہوا دیکھا۔ یہ وزیر دراصل بہت ہی بے ایمان تھا۔ اس نے  
 سوچا کہ بادشاہ کے سامنے جا کر اس کا نام لے کر وہ اپنا ثابت  
 کئے اور اپنے جھوٹا کپڑا دکھانے کے لئے اس نے یہ ترکیب سوچا  
 کہ شکاری کو سوتے میں مار ڈالے تاکہ کوئی سمجھڑا کرنے والا نہ رہے  
 یہ سوچ کر اس نے سیفوف کے سر ہانے رکھی ہوئی تلوار اٹھائی اور آہستہ

آہستہ آہستہ اس کے پاس گیا اور ایک ہی وار میں پچاسے سیف کو کاٹ کر قلم کر دیا۔ اس کے بعد اس نے شہزادی کو جگایا۔ شہزادی وزیر کو دیکھ کر متعجب ہوئی۔

”گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تم کو سب باتیں ابھی معلوم ہوئی جاتی ہیں“

اتنے میں شہزادی کی نظر سیف پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ بچارے کا سر الگ کٹا ہوا پڑا ہے۔ شہزادی یہ دیکھ کر ڈر گئی اور اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔

”اب جھینے چلانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا تم اب میرے ہاتھ میں ہو اگر تم میری بات نہ مانو گی تو اس شکاری کی طرح تمھارا سر بھی اڑا دوں گا۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم کو اس پر عمل کرنا ہوگا۔“

شہزادی نے پوچھا ”وہ کیا؟“

”تم کو بادشاہ کے سامنے یہ کہنا ہوگا کہ آرزو سے کوئیں نے مارا ہے۔“

شہزادی نے جواب دیا ”میں جھوٹ نہیں بول سکتی۔“  
 ”اچھا تو میں تمہارا وہی حشر کرتا ہوں جو اژدھا کرتا، اتنا کہتے  
 ہی وزیر نے تلوار کا ہاتھ اٹھایا۔

غریب شہزادی ڈر کے ملے سہم گئی اور اس کو اقرار کرنا ہی پڑا۔  
 یہ وعدہ لے کر وزیر اس کو بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ  
 اپنی بیٹی کو زندہ دیکھ کر خوشی سے پہولانہ سمایا۔  
 وزیر نے کہا :-

”یہ حضور کا اقبال تھا کہ خادم نے شہزادی صاحبہ کی جان  
 بچائی۔ اور اس موزی اژدھے کا کام تمام کیا۔“

بادشاہ کو اژدھے کی موت کی خبر سن کر بہت خوشی ہوئی مگر  
 وزیر کی بہادر ی پر تعجب ہوا اور اس نے شہزادی سے دریافت  
 کیا ”کیا یہ بات ٹھیک ہے؟“

شہزادی بولی ”جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہوگا۔“



اس کے بعد وزیر نے بادشاہ کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔  
 بادشاہ نے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا جو پہلے تو خاموش رہی  
 لیکن جب بادشاہ نے زیادہ اصرار کیا تو بولی: "اگر آپ کی خوشی اس  
 میں ہے تو مجھے کوئی انکار نہیں مگر کم از کم ایک سال کی مہلت چاہتی ہوں۔"  
 وزیر بہت کچھ کہتا سنتا رہا مگر شہزادی اپنی بات پر اڑی رہی  
 وزیر ڈر رہا تھا کہ غصے میں کہیں شہزادی سب باتیں نہ کہہ ڈالے۔  
 لئے اس کو بھی یہ مجبوری ایک سال تک انتظار کے لئے راضی ہونا پڑا۔

(۳۱)

سیف و بچارا تو موت کی نیند سوچکا تھا لیکن اس کے جانور بھی  
 ابھی تک غافل پڑے ہوئے تھے۔ وزیر جب شہزادی کو لے جا چکا  
 تو اس کے گھنٹہ بھر بعد ایک بھونرا اڑتا ہوا آیا اور بھنسناتا ہوا خرگوش  
 کے منہ پر بیٹھ گیا۔ خرگوش نے سوتے میں ہی اس کے ایک ٹانخہ مار  
 کر اڑا دیا۔ مگر بھونرا پھر آیا اور اسی جگہ پر بیٹھ گیا۔ خرگوش نے

اسی طرح اس کو پھڑا دیا۔ تیسری مرتبہ بھونرا پھرایا اور اس نے فحہ اس کے ایک ڈنک بھی مار دیا۔ ایک چیخ کے ساتھ خرگوش اُٹھ بیٹھا۔ اس چیخ سے لومڑی کی آنکھ کھل گئی اور اس نے فوراً ہی بھیڑیے کو جگایا۔ بھیڑیے نے اُٹھتے ہی ریچھ کو اور ریچھ نے شیر کو جگایا۔ لیکن جب شیر نے دیکھا کہ شہزادی وہاں سے غائب ہے اور اس کے مالک کا سرکنا ہوا الگ پڑا ہے تو اس نے بہت ہی خوفناک طریقے سے دھاڑنا شروع کیا۔ ریچھ کی طرف آنکھیں نکال کر دیکھا اور اس سے پوچھا "یہ کیا ہو گیا؟ تم نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟"

ریچھ نے بھیڑیے سے دریافت کیا "کیوں جی! تم نے مجھ کو کیوں نہیں جگایا؟"

بھیڑیے نے لومڑی سے اور لومڑی نے خرگوش سے یہ سوال کیا۔ خرگوش غریب چونکہ کسی اور سے دریافت نہیں کر سکتا تھا اس وجہ سے سب نے اپنا غصہ اُس پر اتارا اور سب نے اُس کے

مارنے کی صلاح کی۔ بچار آخر گوش ان کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا ”مجھے مارو نہیں میں تم کو ایک ایسی ترکیب بتاتا ہوں جس سے ہمارا قافوراً زندہ ہو جائے گا۔“

سب جانور اس کی یہ تدبیر سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو گئے

خرگوش نے کہا:-

یہاں سے تھوڑی دور ایک مقام ہے جہاں زندگی کی بوٹی پائی جاتی ہے اگر کسی بیمار آدمی کے منہ میں یہ بوٹی رکھ دی جائے تو وہ فوراً اچھا ہو جاتا ہے۔ زخم پر نہائی چائے تو وہ زخم بالکل بھر جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی آدمی کے اگر بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہوں تو جیم کے سب ٹکڑوں کو ملا کر رکھ دیا جائے اور ان ٹکڑوں پر یہ بوٹی لگائی جائے تو آدمی دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔“

”وہ جہ کتنی دور ہے؟“ شیر نے پوچھا۔

”یہاں سے دوسو میل کے فاصلے پر“ خرگوش بولا۔

اچھا، میں تم کو چوبیس گھنٹے کا وقت دیتا ہوں۔ اس عرصے میں تم فوراً بوٹی لے کر آؤ۔“

یہ حکم پاتے ہی خرگوش ہوا ہو گیا۔ اور چوبیس گھنٹے گزرنے بھی نہ پاسے تھے کہ بوٹی کے پودے کو چڑ سے اٹھا کر وہ واپس آ گیا۔ بوٹی خرگوش سے لے کر شیر نے رکھ پے کہا تم بہت ہوشیار معلوم ہوئے ہو اس لئے اپنے آقا کے سر کو جسم سے ملاؤ۔ میں اس نوپڑے رہوں گا اور ہاں میاں خرگوش تم کو بڑی سی کندھوں پہ چڑھ کر اس بوٹی کو لگا دینا۔“

چاروں جانور اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ ان سب کو اپنے آقا سے بہت محبت تھی اس لئے ہر ایک نے اپنے اپنے فرض کو بخوبی انجام دینے کی کوشش کی جیسے ہی خرگوش نے زندگی کی بوٹی،، سیف کے زخم پر لگائی تو اس نے ایک کروٹ لی اور اس کا دل حرکت کر رہا تھا۔ سیف نے تھوڑی دیر میں ایک چھنیک لی اور

اپنی آنکھیں کھول دیں۔ سب جانور اپنے آقا کو دوبارہ زندہ دیکھ کر  
بہت خوش ہوئے۔

سیفونے اپنے جانوروں سے دریافت کیا کہ شہزادی کہاں ہے؟  
شیر نے بغیر کسی بات کو چھپائے ہوئے سارا ماجرا اس کو سنایا  
اور اس کو بتایا کہ کس طرح ان کی محبت سے اس کو دوبارہ زندگی ملی تھی۔  
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ خرگوش نے ایک چمچ ماری اور رکھ  
سے بولا ”ارے یہ تم نے کیا کر دیا؟“ رکھ نے سیفون کی طرف دیکھا  
اور وہ بھی اٹھا کر پڑا۔

خوشی سے بیتاب ہو کر دراصل رکھ نے سیفون کا سر اٹھا  
جوڑ دیا تھا، یعنی اس کا منہ پیٹھ کی طرف تھا اور گردن سینے کی طرف  
اتفاق سے بوٹی ابھی باقی تھی۔ رکھ نے فوراً ہی تلوار  
اٹھائی اور آقا فائیس سیفون کا سر کاٹ کر دیا۔ لومڑی نے فوراً ہی  
سر کو اٹھا لیا اور شیر نے اس کو صحیح جگہ پر لٹکایا۔

اس دفعہ سر کے لگانے میں بہت احتیاط کی گئی اور زندگی کی بوٹی لگاتے ہی سیفو پھر زندہ ہو گیا۔  
 سیفو کو شہزادی کے چلے جانے کا بہت افسوس تھا۔ اس نے یہاں زیادہ ٹھہرنا ٹھیک نہ سمجھا اور اپنے جانوروں کے ساتھ دوسری طرف روانہ ہو گیا۔

جہاں جہاں وہ جاتا تھا لوگ اس کو مداری سمجھ کر اس کے پیچھے ہو جاتے اور شیر کی گردن میں ہیرے کی مالا، ریکچے کے کانوں میں بندے، بھٹیڑے کی ٹانگوں میں کرٹے، اور لوٹری اور خرگوش کو انگوٹھیاں پہنے دیکھ کر انھیں بہت تعجب ہوتا تھا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ٹھیک ایک سال کے بعد سیفو پھر نیا پھرنا اسی شہر میں جا پہنچا جہاں اُس نے شہزادی کو بچا یا تھا۔ اس مرتبہ شہر بہت سجا ہوا تھا۔ اس نے اسی سرائے طے سے پوچھا ٹھیک ایک سال ہو چکا تھا، شہر میں غم کی وجہ سے ہر چیز

سیاہ نظر آ رہی تھی اور آج جدھر دیکھو رونق ہی رونق ہے۔  
 سرے والے نے جواب دیا ”کیا تم کو معلوم نہیں کہ ایک سال  
 پہلے ہم لوگوں کو ایک بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا اور شہزادی  
 کو سات سرواے اڑوڑے سے بچایا گیا تھا۔“  
 ”اور اب؟“ سیفو نے دریافت کیا۔  
 ”وزیر نے اڑوڑے سے لڑ کر شہزادی کو بچایا تھا۔ آج وہ لو  
 کی شادی ہے۔“

سیفو اس وقت تو یہ سن کر چپ ہو رہا لیکن دوسرے دن  
 اُس نے سرے والے سے کہا  
 ”میں بادشاہ کے محل میں جانا چاہتا ہوں۔“  
 ”کیوں؟ خیریت تو ہے؟“  
 ”میں شہزادی سے شادی کروں گا۔“  
 ”پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟“

سیفونے وہ رومال نکال کر سرائے واسے کو دکھایا جس میں  
 اترے کی ساتوں زبانیں بندھی تھیں اور سب قصہ سنایا  
 سرائے واسے کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں مگر اس نے کہا۔  
 ”تم نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے اس پر مجھ کو پورا پورا یقین ہے  
 لیکن شہزادی کے ساتھ تمھاری شادی نہ ہو سکے گی۔“  
 ”اچھا کچھ شرط لگاؤ۔“

سرائے واسے نے کہا ”میں اس کے لئے اپنا باغ اور  
 مکان ہارنے کو تیار ہوں۔“

”اچھا یہ میری شرط ہے۔“ سیفونے ایک تیلی نکال کر  
 دکھائی جس میں ایک نہراں اشریاں تھیں۔

سرائے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کسی نے محل میں جا کر  
 بادشاہ کو اس کی خبر کر دی۔ بادشاہ نے اپنے نوکر کو سیفونے  
 بلانے کے لئے بھیجا۔ سیفونے بادشاہ سے کہلوا یا کہ حضور جب تک



میرے لئے ایک جوڑا اور سواری کے لئے گاڑی نہ بھیجیں گے اس  
وقت تک میں حاضری سے مجبور ہوں۔

بادشاہ نے سیفو کی درخواست منظور کر لی اور سواروں  
کے ایک دستے کے ساتھ ایک جوڑا اور ایک چوڑی سیفو کی  
سواری کے لئے بھیج دی۔ جب گاڑی سرسے میں آگئی تو سیفو  
نے سرسے والے سے کہا:-

”دیکھو جس چیز کی میں نے خواہش کی تھی وہ آگئی۔ یہ کہہ کر  
اُس نے شاہی جوڑا پہنا اور گاڑی میں سوار ہو کر شاہی محل  
میں آگیا۔ اس کے ساتھ اُس کے جانور بھی تھے۔

سیفو کو دوبارہ شاہی میں پہنچا یا گیا۔ یہاں شہزادی اور  
وزیر شادی کے کپڑے پہنے بیٹھے تھے۔ بادشاہ نے سیفو کو بلا کر  
اپنے اور شہزادی کے بیچ میں بٹھایا۔ وزیر نے سیفو کو نہ پہچانا  
لہذا اُس نے وقت اُس نے اُس کی صورت اچھی طرح نہ دیکھی تھی

اپنی بہادری ثابت کرنے کے لئے وزیر نے اژدھے کے ساتوں  
سر منگوائے تھے جو اس وقت دربار میں سامنے رکھے تھے۔  
بادشاہ نے سیفوسے کہا:-

”دیکھو یہ اژدھے کے سر ہیں جن کو ہمارے وزیر نے مارا  
تھا اور اس خوشی میں آج شہزادی کی شادی وزیر کے ساتھ  
کر رہا ہوں۔“

یہ سنتے ہی سیفوسے بادشاہ سے کہا ”اگر اجازت ہو  
تو میں بھی کچھ عرض کروں۔“

بادشاہ نے جب اجازت دے دی تو اُس نے پوچھا  
”اژدھے کے ساتوں سر تو یہ ہیں مگر ان کے منہ کھول کر دیکھے  
جائیں کہ ان کی زبانیں بھی اندر ہیں یا نہیں؟“

وزیر کے چہرے کا رنگ یہ باتیں سن کر اُتر گیا اُس نے  
کبھی اژدھے کے منہ کھولنے کی ہمت نہ کی تھی۔ اس نے ٹکھڑی

ہوئی زبان میں کہا :-

”اژدھوں کے زبانیں نہیں ہوتیں۔“

یہ سن کر دربار میں سب کو سہسی آگئی اور سیفونے کھڑے ہو کر رومال میں سے ساتوں زبانیں کھول کر سب کو دکھائیں۔ او ایک ایک کر کے ساتوں زبانیں اژدھے کے ساتوں سروں کا منہ کھول کر اندر جادیں۔ اور خالی رومال شہزادی کی طرف بڑھاتے ہوئے دریافت کیا۔

”کیا اس رومال کو آپ پہچانتی ہیں؟“

شہزادی نے جواب دیا ”ہاں یہ رومال میں نے اس شخص کو دیا تھا جس نے اژدھے کو مار کر مجھے بچا یا تھا۔“

سیفونے پوچھا ”اور اژدھے کو کس نے مارا تھا؟“

شہزادی فوراً بولی :- ”تم نے۔“

بادشاہ اور دوسرے درباریوں کو یہ باتیں سن کر بہت

تعجب ہوا۔ بادشاہ نے سیفو سے دریافت کیا ”تم نے مجھ سے  
شادی کی درخواست کیوں نہ کی؟“

اس پر سیفو نے تمام واقعات بادشاہ کو بتائے کہ کس  
طرح وزیر نے اس کو مار ڈالا تھا، مگر اپنے جانوروں کی محبت سے  
وہ دوبارہ زندہ ہوا تھا اور یہ کہ گھومتا ہوا وہ سال بھر  
کے بعد پھر اسی شہر میں آیا تھا۔ شہزادی نے بھی سیفو کے بیاہ  
کی تصدیق کی اور کہا ”یہی وجہ تھی کہ میں نے آپ سے سال بھر  
کی مہلت مانگی تھی کیونکہ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس عرصے  
میں سب واقعات معلوم ہو جائیں گے۔“

بادشاہ نے بارہ تجربہ کار آدمیوں کی ایک کمیٹی قائم کی اور  
وزیر کا معاملہ پیش کیا۔ کمیٹی نے متفقہ طور پر سرنے موت تجویز  
کی۔ وزیر کی موت سے رعیت بہت خوش ہوئی کیونکہ وہ  
لوگ اس کے ظلم اور سختیوں سے بہت تنگ آ گئے تھے بادشاہ

نے شہزادی کی شادی سیفو کے ساتھ بہت دھوم دھام سے  
کی اور اس کو اپنے ایک صوبے کا گورنر بنا دیا۔

شادی کے بعد سیفو سرے سے واپس کو نہیں بھولا اور  
اس نے اس کو بلوایا اور اس سے کہا:-

\* کیوں بھی اب تو میرا کہنا ٹھیک ہوا۔ میری شادی  
شہزادی کے ساتھ ہو گئی، اب تمہارا باغ اور مکان میری ملکیت ہیں  
”جی ہاں۔ انصاف تو یہی کہتا ہے۔“

”ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن رحم کچھ اور کہتا ہے۔ جاؤ اپنے  
باغ اور مکان کی حفاظت کرو اور اب وہ ہزار اشرفیاں  
بھی تمہاری ہیں۔“

(۴)

سیفو اپنی بیوی یعنی شہزادی کے ساتھ بڑی تہی خوشی  
سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ لیکن وہ اپنے پرانے شوق شکار اور

ساتھی جانوروں کو نہیں بھولا تھا۔

حسب معمول اس کو ایک بہت گھنے جنگل میں شکار کے لئے جانے کا اتفاق ہوا۔ اس جنگل سے متعلق عجیب عجیب قصے مشہور تھے، لوگوں کا بیان تھا کہ ہم نے بہت سے شکاریوں کو اس راستے سے جاتے دیکھا ہے۔ مگر واپس ہوتے ہوئے آج تک کسی کو نہیں دیکھا کوئی نہیں بتا سکتا کہ ان بے چاروں پر کیا ہوتی ہے۔

شہزادہ سیفونے بھی یہ قصے سنے۔ لیکن اُس نے کہا ”جب تک میں اس جنگل کو پار نہ کروں گا مجھے چین نہ آئے گا۔“

اس کے ساتھیوں نے بہت راضی کیا لیکن ایک دن صبح کے وقت وہ ان سب کو چھوڑا اور اپنے پانچوں جانوروں کو لے کر جنگل کی طرف چل پڑا۔ وہ اس گھنے جنگل میں کچھ دور ہی چلا ہوا کہ اُس نے ایک ہرنی دیکھی جو روٹی کے گاہے کی طرح سفید تھی۔ ہرنی کو بھانٹا دیکھ کر اس نے بھی اپنا گھوڑا تیر کیا۔ اور جنگل میں

بہت دور تک اس کا پیچھا کیا۔ اس کے جانور بھی اُس کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔

شام تک اس کے ساتھیوں نے اس کی واپسی کا انتظار کیا۔ لیکن جب وہ نہ آیا تو وہ لوگ تنہا لوٹ آئے اور محل میں جا کر شہزادی سے جا کر تمام واقعہ بیان کیا۔ شہزادی یہ سنتے ہی بے ہوش ہو گئی۔

سیفوجب بہت دیر تک ہرنی کا پیچھا کرتا رہا اور اس کو اپنی نظر سے غائب نہ ہونے دیا تو کئی گھنٹے کی مسلسل دوڑ سے تھک کر وہ مُک گیا اتنے میں اُس نے دیکھا کہ سفید ہرنی اس کی لٹکا ہوں سر دھوئیں کی طرح غائب ہو گئی۔

سیفوجو اب پتہ چلا کہ وہ جنگل میں بہت دور تک چلا آیا ہے۔ اس نے اپنا بگل اٹھایا اور بہت دُور سے بجایا لیکن اس کا بجانا بالکل بے کار ثابت ہوا کیونکہ اس کی آواز پر کوئی آدمی بھی





”تمہارے جانور مجھ کو کاٹ لیں گے۔“

”میرے جانور کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔“ سیفونے جواب دیا۔ ان سے تم بالکل نہ ڈرو۔ اُو اور یہاں آگ کے پاس بیٹھ جاؤ۔ وہ عورت درحقیقت ایک جادوگر فی تھی۔

اُس نے جواب دیا ”نہیں نہیں مجھے ڈر لگتا ہی۔ میں اس وقت تک بچے نہیں آؤں گی جب تک تم اپنے جانوروں کی پیٹھ پر یہ شاخ نہ چھو دو گے جو میں بچے پھینکتی ہوں۔“

”اچھا اچھا شاخ میرے پاس پھینکو۔“

اس نے یہ نقطہ کہے ہی تھے کہ درخت کی ایک شاخ اس کی ٹانگوں کے پاس آگری۔ سیفونے اس کو اٹھالیا اور اپنے سب جانور اس سے چھو دے۔ شاخ لگتے ہی سب جانور پتھر ہو گئے۔ سیفو اس پر تعجب کر رہا تھا کہ چالاک عورت فوراً درخت سے اُتری اور سیفو کے ہاتھ سے شاخ لے کر اس کی پیٹھ

پر لگادی، شاخ کا لگنا تھا کہ سیفو بھی پتھر بن گیا۔  
 جادوگر نے اسے پانچوں جانوروں سمیت ایک غار  
 میں ڈال دیا۔ جہاں پہلے سے بہت سے آدمی اُس کے جادو  
 کے اثر سے پتھر بنے پڑے تھے۔  
 ادھر شہزادی کا یہ حال کہ روزانہ اپنے شوہر کی آمد کا  
 انتظار کرتی تھی۔ بہت دنوں تک انتظار کرنے کے بعد وہ  
 مایوس ہو گئی اور ہر وقت رنجیدہ رہنے لگی۔

---

کچھ عرصے بعد سیفو کا بھائی زلفو بھی گھومتا پھرتا اسی شہر  
 میں آیا۔ سب سے پہلے تو وہ اس جگہ پہنچا جہاں ان دونوں بھائیوں  
 نے جدا ہوتے وقت چاقو ایک درخت میں گاڑ دیا تھا۔ اس نے  
 دیکھا کہ جدھر اس کا بھائی سیفو گیا تھا اس طرف کے چاقو کا  
 پھل زنگ آلود تھا لیکن اس پر پورا پورا زنگ نہ آیا تھا جس

سے زلفو کو یہ خیال ہوا کہ سیفورا تو نہیں ہے لیکن کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔

جب زلفو شہر کے دروازے پر پہنچا تو وہاں کے دربان کو یہ شبہ ہوا کہ شہزادہ سیفورا پس آگیا ہے وہ فوراً شاہی محل کی طرف دوڑ گیا اور یہ خبر دی کہ شہزادہ پانچوں جانوروں سمیت واپس آگیا ہے یہ خبر سن کر سب کو تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی، بادشاہ نے فوراً آدمی دوڑائے کہ شہزادے کو لے کر آئیں۔

دروازہ زلفو پہلے تو اتنے آدمیوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر گھبرا یا لیکن فوراً ہی سب معاملہ سمجھ گیا اور چپکے چپکے اُن کے ساتھ محل کی طرف روانہ ہوا۔ اُس نے اپنے دل میں سوچا کہ اس وقت اپنے بھائی کی جگہ لینا مناسب ہوگا کیونکہ بعد میں حالات معلوم ہونے کے بعد ممکن ہے وہ اس کو بچا سکے۔ محل میں پہنچنے کے بعد اس کا شاندار استقبال ہوا۔ شہزادی کو بھی پورا یقین تھا کہ یہ اس

کاشوہر پہنچے۔ چنانچہ جب وہ دروں تنہا ہوئے تو شہزادی نے  
اسنے دونوں تک الگ پہننے کی بہت شکایت کی۔ زلفونے ہر بات  
کا مناسب جواب دیا اور کہا۔

”میں جنگل میں راستہ بھول گیا تھا آج اس قابل ہوا  
کہ صحیح راستہ چل کر یہاں آیا ہوں۔“

دو تین روز میں زلفونے تمام واقعات کا پتہ چلا لیا اور  
جاو کے جنگل کا بھی حال معلوم کر لیا۔  
کچھ دن گزرنے پر اس نے کہا۔

”آج میں شکار کھیلنے کے لئے پھر اسی جنگل میں جاؤں گا۔“

بوٹھے بادشاہ اور نوجوان شہزادی نے بہت کوشش  
کی کہ زلفو وہاں نہ چلے لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہا اور دوسرے  
دن صبح کو وہ بھائی کی طرح پانچوں جانوروں کو لے کر انھیں  
کی طرف روانہ ہو گیا۔



”میں تم کو یہ شاخ دیتی ہوں اگر یہ شاخ اپنے جانوروں کے لگا دو گے تو میں نیچے آ جاؤں گی۔“

یہ الفاظ سن کر زلفو کو تعجب ہوا اور اس نے جادو کرنی کو کہا ”میں اپنے جانوروں پر تم کو پورا اختیار دیتا ہوں، تم خود نیچے آؤ اور جو چاہو کرو۔ اگر اب بھی تم نیچے نہ آؤ گی تو میں تم کو پکڑنے آؤں گا۔“

”واہ وا! یہ خوب کہی۔“ اگر تم مجھ کو پکڑنا بھی چاہو گے تو نہ پکڑ سکو گے۔“

کیا کہا ”اچھا اب تم بچو، میں تمہارے ایک گولی مارتا ہوں یہ کہہ کر زلفو نے اپنی بندوق اٹھائی اور اس کی طرف تاک کر نشانہ لگایا۔ لیکن جادو کرنی پر لوہے کی گولیوں کا کچھ اثر نہ ہوا

جادو کرنی نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا ”تم کچھ بڑھیا

شکاری معلوم نہیں ہوئے۔

اپنے نشانے کو پہلی مرتبہ خطا دیکھ کر زلفو کو افسوس ہوا۔  
لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری، دوبارہ بندوق بھری۔ اس مرتبہ  
اس نے اوپر سے اپنا چاندی کا ٹین بھی ڈال دیا اور جادوگرنی  
کی طرف نشانہ لگاتے ہوئے کہا ”اب بچو۔“

نشانہ لگتے ہی جادوگرنی لڑکتی ہوئی درخت سے نیچے اُڑی  
زلفو فوراً ہی اس کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس  
سے کہا ”بد معاش عورت اگر تو مجھ کو اس وقت ٹسک ٹسک نہ  
بتائے گی کہ میرا بھائی کہاں ہے تو مجھ کو اس دہکتی ہوئی آگ  
میں ڈال دوں گا۔“

جادوگرنی ڈری اور اس نے صحیح حالات بتانے کا وعدہ کیا۔

”اچھا میرا بھائی کہاں ہے؟“

”وہ اس غار کے اندر ہے اور اب وہ چھتر ہو گیا ہے اس کے

جانور بھی پتھر بنے پڑے ہیں۔“

اس پر زلفو کو بہت غصہ آیا اور وہ جادوگرنی کو گھسیٹتا ہوا غار کے پاس لے گیا اور وہاں جا کر اس سے کہا ”اب صرف میرے بھائی کو نہیں بلکہ سب لوگوں کو اپنے جادو سے زندہ کر۔“ جادوگرنی نے یہ دیکھ کر کہ اب سوائے حکم ماننے کے دوسرا چارہ نہ تھا ایک شاخ اٹھائی اور ہر پتھر کو چھونا شروع کیا۔ نوجوان سیفومع اپنے جانوروں کے زندہ ہو گیا اور بھی بہت سے آدمی زندہ ہو گئے اور سب لوگ خوش خوش اپنے بچائے والے کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

جب دونوں جڑواں بھائیوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچانا تو وہ فوراً نعل گیر ہو گئے۔ اور اپنے دو پارہ بننے پر بہت خوش ہو گئے اس کے بعد ان دونوں نے جادوگرنی کو پکڑا اور اس خیال سے کہ وہ اور لوگوں کے ساتھ یہ حرکت نہ کرے۔ اس کو آگ میں جھونک ڈیا۔



جادو کرنی ابھی اچھی طرح جتنے بھی نہ پائی تھی کہ وہ جادو کا جگمگ  
دھواں بن کر غائب ہو گیا جہاں وہ دونوں بھائی کھڑے تھے وہاں  
سے بادشاہ کا محل سامنے نظر آ رہا تھا۔

دونوں بھائی اسی وقت محل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے  
میں سیفونے اپنے بھائی کو بتایا کہ وہ بادشاہ کا داماد ہو گیا ہے  
اور بادشاہ نے ایک صوبہ اس کو منتظام کرنے کے لئے دیا ہے۔

زلفو ہنس کر بولا۔ میرے ساتھ بھی عجیب واقعہ ہوا۔ جب  
میں اس شہر میں داخل ہوا تو لوگوں کو میرے اوپر تمھارا شبہ ہوا  
اور میرے ساتھ بھی شاہانہ طریقے برتنے گئے۔  
تب سیفونے کہا:-

ہاں ہم تم دونوں اس قدر ملتے ہیں کہ دوسرے کو تیز کرنا  
مشکل ہے۔ اچھا اب ہم دونوں الگ الگ راستے سے شہر  
میں داخل ہوں تو بڑا لطف آئے گا۔

یہ مشورہ زلفو کو بہت پسند آیا اور وہ دونوں الگ الگ  
ہو گئے۔

جب یہ دونوں بھائی الگ الگ دروازوں سے شہر میں پہنچے  
تو دونوں دروازوں کے دربان اُن کے آگے آگے تھے۔ دونوں  
ایک ساتھ شاہی محل میں پہنچے اور ایک ہی وقت میں دونوں دربار میں  
اطلاع دی کہ شہزادہ جانوروں سمیت واپس آگیا ہے۔  
بادشاہ کو یہ سن کر ٹرا تعجب ہوا کہ اس کا داماد ایک ہی  
وقت میں شمالی اور جنوبی دروازے سے آئے۔

دونوں بھائی اسی وقت بادشاہ کے سامنے پہنچے اور  
جھک کر سلام کیا۔

بادشاہ اور سب درباری دوشہزادوں کو دیکھ کر بہت  
متعجب ہوئے۔ بادشاہ نے شہزادی کو بلایا اور اس سے دریافت  
کیا۔

”پیاری بیٹی! ان دونوں میں تمہارا شوہر کون ہے“  
 نوجوان شہزادی بھی تھوڑی دیر کے لئے گھبرا گئی مگر فوراً  
 ہی اس کو اپنی ان چیزوں کا خیال آیا جو اس نے ایک بھائی کے  
 جانوروں کو دی تھیں۔

سیفوکے پیچھے اس کے سب جانور اپنی اپنی چیزیں پہنے کھڑے  
 تھے یعنی شیر کی گردن میں کالا۔ رچھڑ کے پاؤں میں کڑے، بھڑے  
 کے پاؤں میں چوڑیاں۔ اور خرگوش اور بومڑی انگوٹھی پہنے  
 ہوئی تھیں۔

شہزادی نے سیفوکے طرف انگلی اٹھائی اور کہا:۔

”میرا شوہر ہے۔“

نوجوان سیفونے خوش ہو کر کہا ”بالکل ٹھیک ہے۔“  
 اس کے بعد سب لوگ خوش خوش دعوت میں شریک ہوئے۔

بلی برننگ رین ہی

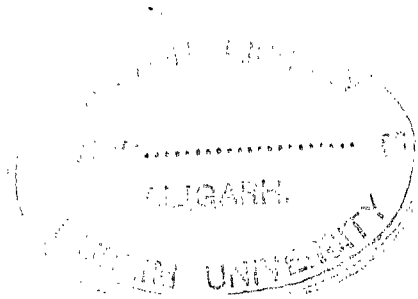
( ختم )





## پیامِ تسلیم

خاموشی سے تجوں کیلئے ایک ماہانہ رسالہ "پیامِ تعلیم" کے نام سے نکلتا ہو۔ اس کے ذریعہ انھیں اچھی اچھی کہانیاں سنائی جاتی ہیں اور خالی وقت میں مصروف رکھنے کیلئے کارآمد مشغلے بتائے جاتے ہیں۔ سال میں ایک بار سالانہ شائع ہوتا ہو۔ جسے مفید و دلچسپ معلومات کا مخزن کہنا چاہئے۔





Handwritten signature or mark.

1915 H M M

(ب)

DUE DATE

Handwritten text, possibly a date or reference number.

Handwritten text, possibly a date or reference number.

1918-1919

1110 1918-1919  
(2) 1110-9

Date	No.	Date	No.